ڈاکٹر اسرار احمد

جہاد کا مفہوم اور اس کے مراحل

مرتب : ابو عبدالرحمٰن شبیر بن نور

جہاد کا لغوی معنی :

لفظ "جہاد" جُہد سے نکلا ہے اور "ج ہ د" کے معنی ہوتے ہیں کوشش کرنا، محنت کرنا، تھکنا ـــــ اور جب یہ لفظ " جُہد " بابِ مفاعلہ میں چلا جاتا ہے تو معنی ہوتے ہیں مقابلے میں سخت کوشش کرنا۔ بابِ مفاعلہ کا مصدر فِعال اور مُفاعَلہ دونوں اوزان پر آتا ہے، مثلاً:

قَتَلَ۔ سے مصدرِ مفاعلہ = قِتَال اور مُقَاتَلَۃ

نَفَقَ۔ سے مصدرِ مفاعلہ = نِفَاق اور مُنَافقَۃ

اسی طرح جہد سے مصدر مفاعلہ = جِہَاد اور مُجَاہدۃ

بابِ مفاعلہ کی دو خوبیاں یا خواص معروف ہیں : مبالغہ (شدت و کثرت) اور مقابلہ (فریقِ ثانی سے ٹکراؤ)۔ یوں کہہ سکتے ہیں کہ "جُہد" آپ کی یک طرفہ کوشش ہے لیکن جب آپ کی کوشش کے مقابلے میں دوسروں کی کوشش آڑے آگئی تو دونوں طرف سے کوششوں کا ٹکراؤ ہوگا اور ٹکراؤ کی صورت میں ہر فریق بازی لے جانے کے لئے اپنا پورا زور صرف کردے گا۔ اب یہ جہاد اور مجاہدہ بن جائے گا۔ گویا مقابلے میں آپ نے پوری کوشش صرف کردی۔

انگریزی زبان میں جُہد کے معنی ہیں :

To exert oneself one's utmost for something

جبکہ جہاد کا ترجمہ ہوگا :

To struggle for some cause against something or to struggle against heavy odds.

ان الفاظ سے انگریزی زبان میں لفظ "جہد" اور "جہاد" کا فرق واضح ہو گا۔

مراحل جہاد

جہاد کے تین جلی اور نمایاں مراحل ہیں اور ہر مرحلے کے اندر پھر کچھ خفی اور پوشیدہ مراحل بھی ہیں۔

جلی مراحل :

(۱) اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا۔

(۲) معاشرے کے خلاف جہاد کرنا۔

(۳) حکومت اور نظام کے خلاف جہاد کرنا۔

۱) نفس کے خلاف جہاد : ہمارا دل ہمارے جسم کے اندر ہے اور اس جسم کے کچھ حیوانی تقاضے (Animal Instincts) ہیں۔ نفس امارہ بھی ہمارے ساتھ لگا ہوا ہے۔ خواہشات بھی ہیں' شہوات بھی ہیں۔ اب جونہی ایمان دل میں داخل ہوا تو کشاکش شروع ہو گئی۔ ایمان کا تقاضا اور مطالبہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی بات مانو۔ دوسری طرف نفس کہہ رہا ہے کہ نہیں بلکہ میری مانو' میری خواہشات و شہوات پوری کرو۔ چنانچہ اب یہ کشاکش اور رسہ کشی شروع ہو گئی ؎

ایماں مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے' کلیسا مرے آگے

یہی سب سے اہم' مرکزی اور بنیادی جہاد ہے اور یہ ممکن ہی نہیں کہ اندر ایمان تو داخل ہو لیکن اس طرح کی جنگ اور کشاکش شروع نہ ہو۔ یا پھر وہ ایمان' حقیقی ایمان نہیں بلکہ مجرد دعویٰ ایمان ہے۔ بالفاظ دیگر ایمان کا خلا ہے۔ کیونکہ جونہی دل میں حقیقی ایمان آئے گا نفس امارہ' خواہشات اور شہوات کے خلاف جنگ شروع ہو جائے گی' ان کے ساتھ تصادم ہو گا۔ نتیجتاً یا ایمان کامیاب ہو گا یا پھر حیوانی داعیات (Animal Instincts) کامیاب ہوں گے۔ یہ جہاد کی اولین منزل ہے۔ اسی لئے اس

کو اصل جہاد کہا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهُ فِي طَاعَةِ اللّٰهِ)) (۱)

"اور سچا مجاہد وہ ہے جس نے اللہ کی رضا کی خاطر اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا"

۲) معاشرے کے خلاف جہاد : اگر آپ نے اپنے دل پر کنٹرول حاصل کر لیا، اپنے نفس کو زیر کر لیا اور یہ بازی جیت گئے تو اب جہاد آپ کے وجود سے باہر آئے گا۔ باہر ایک ماحول بنا ہوا ہے۔ ایک معاشرہ اپنی اقدار و روایات کے ساتھ قائم ہے، جس میں غلط نظریات موجود ہیں، شرک، الحاد، مادہ پرستی، مفاد پرستی، شیطان کی دعوت وغیرہ سب کچھ موجود ہے۔ اگر فی الواقع دل میں ایمان جم چکا ہے تو لازماً کشاکش اور نظریاتی جنگ شروع ہو گی۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ اندر ایمان ہو اور انسان ابطال باطل اور احقاق حق سے غافل ہو جائے۔ یہی نظریاتی جہاد ہے جس میں دعوت و تبلیغ کی خاطر جان و مال کو کھپانا شامل ہے۔

۳) نظام اور حکومت کے خلاف جہاد : معاشرہ چاہے سرمایہ دارانہ ہو یا جاگیردارانہ، کمیونزم کو مانتا ہو یا سوشلزم کو، ظالمانہ ہو یا آمرانہ، یعنی اللہ کے سوا کسی اور کا قانون چل رہا ہو، تو اگر ایمان موجود ہے تو اس کا لازمی تقاضا ہو گا کہ ایسے فاسد نظام سے ٹکرا جاؤ۔ اب بات نظریاتی نہیں رہے گی، کیونکہ اس نظام کے ساتھ مراعات یافتہ طبقات کے مفادات اور vested interests وابستہ ہیں۔ وہ ٹھنڈے پیٹوں آپ کی بات نہیں چلنے دیں گے، بلکہ وہ اس نظام کا ہر قیمت پر تحفظ و دفاع کریں گے، اور آپ کو ان سے ٹکرانا ہو گا۔ یہ طاقت کا طاقت سے بالفعل ٹکراؤ ہو گا۔ یہی جہاد کی تیسری اور بلند ترین منزل ہے، جہاں پہنچ کر جہاد قتال کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

جہاد کے تفصیلی مراحل :

اوپر ہم نے جہاد کی تین منزلیں بیان کی ہیں۔ ان کو تین سے ضرب دیں گے تو یہ نو بن

---

(۱) مسند احمد ۶/۲۱ و المستدرک للحاکم ۱/۱۱ و المعجم الکبیر للطبرانی ۱۸/۷۹۶ و کشف الاستار ح ۱۱۴۳۔ علامہ شعیب الارناووط نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ صحیح ابن حبان ۱۱/۲۰۳ ح ۴۸۶۲ طبع الرسالۃ

جائیں گی، جن کی تفصیل کچھ یوں ہے :

(۱) نفس امارہ کے خلاف جہاد، کیونکہ نفس امارہ ہمیشہ بدی پر اکساتا ہے، لہٰذا یہاں سے ہی جہاد کی ابتداء ہو گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے :

﴿ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِی اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّی اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴾ (یوسف : ۵۳)

"میں اپنے نفس کی پاکیزگی بیان نہیں کرتا، بے شک نفس تو برائی پر ابھارنے والا ہی ہے، مگر یہ کہ میرا پروردگار ہی رحم کر دے، یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش کرنے والا اور بہت مہربانی فرمانے والا ہے"۔

(۲) شیطان کے خلاف جہاد، جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ "یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ" وہ لوگوں کے دلوں میں پھونکیں مارتا ہے، وسوسہ ڈالتا ہے، مختلف حربوں سے مغالطہ انگیزی کرتا ہے، حیلہ سازی و بہانہ سازی سکھاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے خبردار کرتے ہوئے فرمایا :

﴿ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ﴾ (فاطر : ۶)

"شیطان یقیناً تمہارا دشمن ہے اور تم بھی اس کو دشمن بنا کر رکھو"۔

(۳) بگڑے ہوئے اور کافر و ملحد معاشرے کے خلاف جہاد۔ یہ معاشرہ تم کو اپنی اقدار و روایات کے مطابق چلانا چاہتا ہے۔ دوسری طرف تم کو ایمان کے تقاضے کے مطابق اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنی ہے۔ چنانچہ یا تو تم معاشرے کو بدل دو ورنہ وہ تم کو بدل دے گا۔ ظاہر بات ہے معاشرے کو بدلنے کے لئے تمہیں معاشرے کے تینوں طبقات کے خلاف جہاد کرنا ہو گا۔ اور ابتدائی مرحلے میں جہاد باللسان سے آغاز کرنا ہو گا۔

(۴) معاشرے پر اتمام حجت کے لئے تعلیم یافتہ طبقے (Intellectuals) کو دعوت دی جائے گی "بالحکمۃ" کہ بات ان کے دل کو لگے اور سمجھ آجائے۔

(۵) عوام کو دعوتِ ایمان و اصلاح دی جائے گی "بالمَوْعِظَةِ الْحَسَنَة" کیونکہ ان کی سمجھ بوجھ کا معیار اسی سطح پر بات سمجھ سکتا ہے۔

(۶) بگڑے ہوئے لوگوں کو' جن کی سلیم الفطرت روحیں مسخ ہو چکی ہوں' دعوت دی جائے گی مجادلے اور مناظرے کے ذریعے۔

ان تینوں سطحوں پر دعوت کے لئے مختلف صلاحیتوں کے افراد درکار ہوں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو مخاطب کرکے فرمایا :

﴿ اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ﴾ (النحل : ۱۲۵)

"اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔"

اور یہیں سے یہ اصول اخذ کیا گیا ہے : "کَلِّمِ النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِھِمْ" یعنی لوگوں کی عقل کے مطابق ان سے گفتگو کی جائے۔ اور ہر طبقے کے افراد پر اتمامِ حجت بھی اسی طرح ہو سکتی ہے' جس کی خاطر انبیاء و رُسل علیہم السلام کو مبعوث فرمایا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا :

﴿ رُسُلاً مُّبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ لِئَلاَّ یَکُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَی اللّٰہِ حُجَّۃٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَکَانَ اللّٰہُ عَزِیْزاً حَکِیْمًا○ ﴾ (النساء : ۱۶۵)

"یہ سارے رسول خوشخبری دینے والے اور متنبہ کرنے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلے میں کوئی حجت نہ رہے' اور اللہ بہرحال غالب رہنے والا اور حکیم و دانا ہے۔"

(۷) اتمامِ حجت کے بعد لازماً اظہارِ دین یا غلبۂ دین کا مرحلہ درپیش ہو گا۔ اس میں سب سے پہلے یک طرفہ تصادم ہو گا' لوگ ماریں گے' پیٹیں گے' قتل کریں گے' لیکن تم کو صرف صبر کرنا ہے۔ مکہ مکرمہ میں کم سے کم آٹھ سال تک رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے ساتھیوں کا طرزِ عمل یہی رہا کہ جبر و تشدد برداشت کرنا ہے' سزا جھیلنا ہے' مگر جوابی کارروائی نہیں کرنی' اپنی مدافعت میں بھی ہاتھ نہیں اُٹھانا۔

(۸) مصائب جھیلنے کے ساتھ ساتھ اپنی قوت مجتمع کرتے رہو اور جب مناسب قوت حاصل ہو جائے تو صبر محض والا جہاد اقدام اور چیلنج کی شکل اختیار کر جائے گا۔ پھر

ایک ایک برائی کو چیلنج کرتے ہوئے اس کا گھیرا تنگ کر دیا جائے گا۔ گھیراؤ اور پکٹنگ کی اصطلاحات اسی ضمن میں استعمال ہوتی ہیں۔ اور یہی وہ مقام ہے جب منکر کو ہاتھ کی طاقت سے روکا جائے گا' جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَراً فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ' فَاِنْ لَمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ..)) (۲)

"تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ کی طاقت سے بدل دے' اگر یہ نہ کر سکتا ہو تو زبان سے روکے......الخ"

(۹) جب نظامِ باطل کو ہاتھ کی طاقت سے روکا جائے گا تو ظاہر ہے کہ وہ پلیٹ میں رکھ کر اختیارات آپ کے حوالے تو نہیں کر دے گا' بلکہ بھرپور مقابلہ کرے گا اور اپنے وجود کی بقا کے لئے سارے جتن کر ڈالے گا اور یہیں سے مسلح ٹکراؤ شروع ہو گا۔ یہ جہاد کی آخری اور نویں منزل ہے' جہاں جہاد قتال کی شکل اختیار کر چکا ہو گا۔ اس کے بعد یا باطل نظام ختم ہو جائے یا جہاد کرنے والے شہید ہو کر اللہ کے حضور سرخرو ہو جائیں گے۔

جہاد کی مختلف صورتیں :

جہادِ زندگانی : انسان کو اپنی بقا کے لئے بھی ایک قسم کا جہاد کرنا پڑتا ہے۔ یعنی بقائے ذات (Preservation of the self) کی خاطر جہاد۔ بقائے ذات کی خاطر انسان کو رزق' سر چھپانے کو جگہ اور لباس چاہئے' نیز دیگر لوازمات درکار ہوں گے۔ ان کے حصول میں مقابلہ بازی (Competition) ہے Struggle for existence کہا گیا ہے۔ اسی طریقے سے بقاء نوع (Preservation of the species) کی خاطر جہاد ہے۔ اس کے لئے شادی کی ذمہ داریاں اٹھانی ہوں گی اور یہ وہ جہاد ہے جو ہر مسلمان اور مومن کر رہا ہے۔ چونکہ وہ اس میں ناجائز ذرائع استعمال نہیں کرتا بلکہ رزق حلال

---

(۲) صحیح مسلم کتاب الایمان ح ۴۹ و سنن الترمذی کتاب الفتن ح ۲۱۷۲ و سنن ابی داؤد کتاب العیدین ح ۱۱۴۰ و دیگر کتب حدیث۔

کماتا ہے' شرعی اصولوں کے مطابق نکاح کرتا ہے' جائز تعلق زن و شو قائم کرتا ہے لہٰذا یہ بھی جہاد میں شمار ہو گا۔

حقوق کی خاطر جہاد : اگر کسی خاص طبقے پر ظلم ہو رہا ہو یا عمومی سطح پر ظلم ہو رہا ہو تو اس ظلم سے نجات پانے کی خاطر جنگ کرنا یا جدوجہد کرنا بھی جہاد کا حصہ ہے۔ اسی طرح اپنے معاشی یا سیاسی حقوق حاصل کرنے کی خاطر محنت و جدوجہد کرنا' بالخصوص اگر سیاسی حقوق غصب کر لئے گئے ہوں تو ان کو حاصل کرنا شیر کے منہ سے نوالہ نکالنے والی بات ہوتی ہے۔ اگر معاشی استحصال (Exploitation) ہو تو ایسے ظالموں کا ہاتھ روکنا یہ سب جہادِ زندگانی کے حصے اور اجزاء ہیں۔ اسی طرح اگر کسی فرد نے فرد کو یا قوم نے قوم کو محکوم بنا رکھا ہو' ان کی آزادی سلب کر لی ہو تو آزادی حاصل کرنے کی خاطر محنت و جدوجہد کرنا بھی فی الواقع جہاد ہے اور یقیناً اگر کسی فرد یا قوم کے اندر حمیت نام کی کوئی چیز زندہ ہو گی تو وہ مرجانا گوارا کر لیں گے غلامی قبول نہیں کریں گے۔ چونکہ ایک مسلمان حصول مقاصد کے لئے جائز ذرائع استعمال کرتا ہے اس لئے اس کی ساری کوشش و محنت جہاد کے زمرے میں آتی ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے تحفظ دین' تحفظ مال' تحفظ جان اور تحفظ عزت کی خاطر جان قربان کر دینے والوں کو شہید کا درجہ دیا ہے' فرمایا :

((مَنْ قُتِلَ دُوْنَ مَالِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دَمِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ دِيْنِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ وَمَنْ قُتِلَ دُوْنَ اَهْلِهٖ فَهُوَ شَهِيْدٌ)) (۳)

"جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے مارا گیا وہ شہید ہے اور جو شخص اپنی ذات کی حفاظت میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو شخص دین کی حفاظت میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے اور جو شخص اپنے اہل خانہ کی حفاظت (جان و عزت) میں مارا گیا وہ بھی شہید ہے۔"

---

(۳) سنن الترمذی کتاب الدیات باب ماجاء فیمن قتل دون مالہ فھو شہید ح ۱۴۱۸ و ۱۴۲۱ و سنن ابی دائود کتاب السنة باب فی قتال اللصوص ح ۴۷۷۲ و سنن النسائی کتاب تحریم الدم باب من قاتل دون مالہ و مسند احمد ۱/ ۱۹۰ محدثین نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

البتہ مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ناجائز ذرائع اور ہتھکنڈے استعمال کرے۔ مسلمان کو تو یہاں تک حکم ہے کہ دوران جہاد و قتال غیر ضروری نقصان نہ کرے، مثلاً دشمن کے علاقے سے درخت بھی نہ کاٹے۔ البتہ ایک خاص موقع پر حکم قرآنی کے بعد درخت کاٹے گئے اور گھر برباد کئے گئے۔ ورنہ عموماً حکم یہی ہے کہ نہ تو دشمن کے گھر برباد کئے جائیں یعنی سول آبادی کو نقصان نہ پہنچایا جائے اور نہ بچوں، بوڑھوں، عورتوں، عبادت گاہوں میں موجود بے ضرر افراد کو نقصان پہنچایا جائے، نہ فصلوں کو برباد کیا جائے۔ چنانچہ معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کا جہاد حریت شرعی جہاد ہے بشرطیکہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بنائے ہوئے قواعد و ضوابط کی پابندی کی جائے۔

جہاد برائے تلاش حقیقت : تاریخ دعوت و عزیمت پر نظر ڈالیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زندگی جہاد برائے تلاش حقیقت سے بھرپور نظر آتی ہے۔ یقیناً اور لوگ بھی اسی راہ کے مسافر رہ چکے ہیں لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعات مصدقہ ذرائع سے ہمارے پاس پہنچے ہیں اور تا ابد محفوظ ہیں۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ کی زندگی جہاد برائے تلاش حقیقت سے عبارت ہے۔ آپ ایران سے شام اور شام سے یثرب (مدینہ منورہ) پہنچے اور مقصود صرف حقیقت کی تلاش تھا۔ یہ بھی بہت بڑا جہاد ہے۔

جہاد برائے ترقی ایمان : ایمان کو پانے اور حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنا یقیناً بہت بڑا جہاد ہے۔ اگلے مرحلے میں ایمان پر قائم رہنے اور اس کو ترقی دینے کے لئے محنت کرنا بھی ایک جہاد ہے۔ ہم سب عالم اسباب میں رہتے ہیں اور یہ اسباب ہم پر اثرانداز ہوتے رہتے ہیں۔ جذبہ ایمان پر بشری تقاضوں کی اوس پڑتی رہتی ہے۔ مسکن ایمان یعنی دل پر گناہوں اور لغزشوں کی گرد آتی رہتی ہے۔ اس لئے مسلسل ذکر اور استحضار اللہ فی القلب کا حکم ایمان کو صاف اور صیقل کرنے کے لئے دیا گیا ہے۔ ایمان کو محض قائم رکھنا اور برقرار رکھنا ہی مطلوب نہیں بلکہ آگے بڑھ کر اس کی گہرائی اور گیرائی میں اضافہ بھی مقصود ہے۔ اگر ترقی کرنے کی بجائے ایک جگہ ہی پڑاؤ کر لیا گیا تو عین ممکن ہے کہ کسی دن

پستی کی طرف سفر شروع ہو جائے جو بہت بڑا خسارہ ہے۔

ایمان اور اسلام کا معاملہ ایک درخت کی مانند ہے۔ جوں جوں درخت کی شاخیں اور ٹہنیاں بڑھتی چلی جائیں گی اسی اعتبار سے اس کی جڑیں زمین میں گہری ہوتی چلی جائیں گی، یعنی جس نسبت سے اسلام کے ظاہری احکام پر عمل ہوگا اسی تناسب سے ایمان کی جڑیں دل میں مضبوط ہوتی چلی جائیں گی اور وہ دل میں گہری ہوتی چلی جائیں گی۔ چنانچہ ایمان کو قائم اور زندہ رکھنے بلکہ پروان چڑھانے کے لئے بھی ایک مسلسل کوشش و محنت کرنا پڑتی ہے، جسے جہاد برائے ترقی ایمان سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ اسے آپ Living and Burning faith اور Conviction کا نام دے سکتے ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ مومن کا ہر لمحہ جہاد سے عبارت ہے۔ اور وہ ہر وقت حالت جہاد میں ہے۔

جہاد فی اللہ اور جہاد فی سبیل اللہ کا فرق :

مکی سورتوں میں ہے "جهاد فی الله" کی اصطلاح وارد ہوئی ہے۔ فرمایا :

﴿ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ﴾ (الحج : ۷۸)

"اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔"

نیز فرمایا :

﴿ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ﴾ (العنکبوت : ۶۹)

"جو لوگ ہماری خاطر مجاہدہ کریں گے انہیں ہم اپنے راستے دکھائیں گے۔"

دوسری طرف مدنی سورتوں میں "جہاد فی سبیل اللہ" اور "قتال فی سبیل اللہ" کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصول ایمان کی کوشش اور ایمان کی گیرائی اور گہرائی میں محنت کو جہاد فی اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور دعوت و تبلیغ اور اقامت دین کی محنت کو "جهاد فی سبیل اللّٰہ" کہا جائے گا........ واللہ اعلم بالصواب۔

وسائل جہاد :

وقت اور ضرورت کی مناسبت سے جہاد کا انداز اور اسلوب مختلف ہوگا۔ اس لئے کبھی ہاتھ سے جہاد ہوگا، کبھی زبان سے اور کبھی دل سے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :

((فَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِيَدِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِلِسَانِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَهُمْ بِقَلْبِهِ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَيْس وَرَاءَ ذٰلِكَ مِنَ الْإِيمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ)) (۴)

"جو ان کے خلاف ہاتھ سے جہاد کرے وہ مومن ہے اور جو زبان سے جہاد کرے وہ بھی مومن ہے اور جو دل سے ان کے خلاف جہاد کرے وہ بھی مومن ہے۔ اس کے بعد رائی کے دانے جتنا بھی ایمان نہیں ہے۔"

اور اس جہاد کے لئے جو ہتھیار استعمال ہو گا وہ قرآن کا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا :

﴿ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا ○ ﴾ (الفرقان : ۵۲)

"پس اے نبی! کافروں کی بات ہرگز نہ مانو اور اس قرآن کو لے کر ان کے ساتھ زبردست جہاد کرو"۔

خارج میں جہاد سے پہلے داخل میں جو نفس سے جہاد ہو گا اس کا ہتھیار بھی قرآن حکیم ہی ہے۔ فرمایا :

﴿ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ○ ﴾ (المزمل : ۴)

"اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھو"

کیونکہ اندر کو شیطانی وسوسوں سے پاک صاف کرنے والی شے قرآن حکیم ہی ہے۔ علامہ اقبالؒ نے اس حقیقت کی عکاسی اپنے اشعار میں اس طرح کی ہے۔

کشتنِ ابلیس کارے مشکل است
زانکہ او گم اندر اعماقِ دل است
خوش تر آں باشد مسلمانش کنی
کشتۂ شمشیر قرآنش کنی

"ابلیس کو مارنا ایک مشکل کام ہے کہ وہ دل کی گہرائیوں میں جا کر ڈیرا لگا لیتا ہے بہتر یہ ہے کہ اسے مسلمان بنا دو اور قرآن کی تلوار سے اس کا قلع قمع کر دو"۔

---

(۴) صحیح مسلم کتاب الایمان کون النہی عن المنکر من الایمان ح ۵۰

حقیقت میں علامہ اقبالؒ نے ان دو شعروں میں دو حدیثوں کے مدعا کو جمع کر دیا ہے۔

پہلی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((اِنَّ الشَّیْطَانَ یَجْرِیْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَی الدَّمِ)) (۵)

"یقیناً شیطان انسان کے اندر خون کی طرح دوڑتا ہے۔"

صحیح بخاری میں یہ حدیث سات جگہ بیان ہوئی ہے' ایک جگہ الفاظ کچھ یوں ہیں:

((اِنَّ الشَّیْطَانَ یَبْلُغُ مِنَ الْاِنْسَانِ مَبْلَغَ الدَّمِ))

"شیطان انسان کے ہر اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں جہاں تک خون پہنچتا ہے"۔

ظاہر بات ہے ایسے زہر کا تریاق بھی کوئی ایسا ہی عدیم النظیر ہونا چاہئے جو جسم انسانی کے ہر رگ و ریشے تک پہنچے اور زہر کا مداوا کرے۔ اور یہ صرف قرآن حکیم ہی ہو سکتا ہے۔

دوسری حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلاَّ وَقَدْ وُکِّلَ بِهٖ قَرِیْنُهٗ مِنَ الشَّیَاطِیْنِ)) قَالُوْا: وَاَنْتَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: ((نَعَمْ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ اَعَانَنِیْ عَلَیْهِ فَاَسْلَمَ)) (۶)

"تم میں سے ہر ایک کے ساتھ شیاطین میں سے ایک ساتھی ہے"۔ صحابہ کرام

---

(۵) مسند احمد ج ۳' ص ۱۵۶ - ۲۸۵ - ۳۰۹ - ج ۶' ص ۳۳۷ و صحیح البخاری کتاب الاعتکاف باب هل یخرج المعتکف لحوائجه الی باب المسجد ح ۱۹۳۰ و صحیح مسلم کتاب السلام باب ۹ ح ۲۱۷۵ و سنن ابی داؤد کتاب السنة باب فی ذراری المشرکین ح ۴۷۱۹

(۶) مسند احمد ۱/۲۵۷ شرح احمد شاکر ح ۲۳۲۳ و المعجم الکبیر للطبرانی ۸۶/۱۲ ح ۱۲۶۲۰ (بروایة عبداللّٰه بن عباس ؓ) معمولی لفظی اختلاف کے ساتھ صحیح مسلم کتاب المنافقین باب تحریش الشیطان ح ۲۸۱۴ (بروایة عبداللّٰه بن مسعود ؓ) و مسند احمد ۱/۳۸۵ شرح احمد شاکر ۳۶۴۸ نیز متعدد صحابہ کرام ؓ سے یہ حدیث مروی ہے ملاحظہ ہو مجمع الزوائد للهیثمی ۲۲۵/۸ ح ۱۳۸۵۶ و مابعد

رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا : یارسول اللہ ! کیا آپ کے ساتھ بھی ؟ فرمایا "ہاں ' البتہ اللہ تعالیٰ نے میری مدد فرمائی ہے اور وہ تابع فرمان ہو گیا ہے۔"

(ایک روایت کے الفاظ ہیں کہ : وہ مجھے صرف بھلائی کی بات کہتا ہے)

اور قرآن حکیم ہی دعوت و تبلیغ اور انذار و تبشیر کا ذریعہ اور مرکز ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مندرجہ فرمودات پر ذرا غور کریں گے تو بات واضح ہو جائے گی۔ فرمایا :

﴿ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ يَّخَافُ وَعِيْدِ ۝ ﴾ (ق : ۴۵)

"پس تم اس قرآن کے ذریعے یاد دہانی کراؤ جو میری تنبیہ سے ڈرے۔"

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو بڑے زوردار الفاظ میں تبلیغ قرآن کا حکم دیا ہے ' فرمایا :

﴿ يٰاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ﴾ (المائدہ : ٦٧)

"اے پیغمبر جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے وہ لوگوں تک پہنچادو۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی پیغمبری کا حق ادا نہ کیا"۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حکم اپنی اُمت کو دیا۔ فرمایا :

((بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً)) (۷)

"میری طرف سے دوسروں کو پہنچادو ' خواہ تمہارے پاس ایک آیت ہی کیوں نہ ہو۔"

کیونکہ یہ قرآن ہی تبشیر و انذار کا صحیح ذریعہ ہے۔ متعدد آیاتِ قرآنیہ اس مضمون کو بیان کر رہی ہیں۔ بس ذرا توجہ سے قرآن حکیم کو پڑھنے کی ضرورت ہے۔

البتہ جب مرحلہ دعوت و تبلیغ اور انذار و تبشیر سے آگے قدم بڑھا کر میدانِ کارزار میں اتریں گے تو طاقت کا طاقت سے ٹکراؤ ہو گا۔ اس موقع پر جسمانی طاقت اور اسلحہ کی طاقت آپس میں ٹکرائے گی۔ ایسے ہی موقع کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے طاقتور مؤمن کو دوسرے کے مقابلے میں "خیر" قرار دیا ہے۔ فرمایا :((اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِیُّ خَيْرٌ

---

(۷) صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب ماذکر عن بنی اسرائیل ح ۳۴۷۴ و سنن الترمذی کتاب العلم باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل ح ۲۶۷۱

واَحبُّ اِلی اللّٰہ من المؤمن الضَّعیف)) [۸] طاقتور مومن کمزور مومن کے مقابلے میں زیادہ بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے"۔

علامہ اقبالؒ نے جہاد کے لئے جینے اور اس راہ میں مرنے کے لئے مضبوط جسم و جان کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

ہو صداقت کے لئے جس دل میں مرنے کی تڑپ
پہلے اپنے پیکر خاکی میں جاں پیدا کرے

ہماری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان حقیقی کا لازمی نتیجہ (Inevitable Result) جہاد فی سبیل اللہ ہے۔ اگر دعویٰ ایمان کے ساتھ جہاد شامل ہے تو ایمان حقیقی موجود ہے ورنہ بس قانونی اسلام ہے' کیونکہ جہاد ارکان اسلام میں تو شامل نہیں' البتہ حقیقی ایمان کا رکن رکین ہے۔ سورت الحجرات آیت ۱۵ میں ایمان حقیقی کے دو رُکن بیان ہوئے ہیں :

(۱) دل میں غیر متزلزل ایمان جس میں شک کا سایہ تک نہ ہو۔

(۲) عمل میں جہاد جو اصلاح نفس سے شروع ہو کر قتال تک جاتا ہو۔ (جاری ہے)

---

(۸) صحیح مسلم کتاب القدر' باب فی الامر بالقوۃ ... الخ ح ۲۶۶۴ و سنن ابن ماجہ' المقدمہ' باب فی القدر ح ۷۹۔ و مسند احمد ۳۷۰/۲ استاذ احمد شاکر نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے' شرح احمد شاکر ح ۸۸۱۵

اہم اعلان

قرآن حکیم کے منتخب نصاب (مشتمل بر ۴۴ کیسٹ) کی دوبارہ مکمل' واضح اور ہائی فائی اسٹیریو ریکارڈنگ تیار کر لی گئی۔ یہ edited سیٹ مکتبہ سے حاصل کیا جا سکتا ہے۔ جو حضرات دوبارہ ریکارڈنگ کرانا چاہتے ہیں وہ بھی رابطہ کر سکتے ہیں۔

مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور فون : 3-586501